بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ملّتِ اسلامیہ کے لیے بہترین مہینہ ـــــ ربیع الاوّل ـــــ اور بہت مبارک دن یومِ ولادت نبیٔ آخرین صلی اللہ علیہ وسلم، اپنی ساری لمعانیوں اور تابانیوں کے ساتھ آیا اور اس کے سعادتوں بھرے لمحات فرشتوں اور انسانوں اور دوسری مخلوق کے درود و سلام کی گلپوش وادیوں میں سے صبا کے جھونکے، خوشبوؤں کے مرغولے سمیٹتے گزر رہے ہیں۔

آج ۵ ربیع الاوّل کو جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں، میرے اندر سے ہو کر بھی اور باہر سے بھی ساعاتِ سعیدہ کی گزرتی ہوئی لہریں اس حقیقت کو نکھار نکھار کر دل و نظر کے سامنے لمعہ پاش کر رہی ہیں کہ بہبودِ ملّت اور فلاحِ انسانیت کا سرچشمہ وہ تعلیم ہدایت ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے آخری جامع تکمیلی صورت میں پہنچائی گئی ہے ـــــ لفظوں اور معانی کی شکل میں بھی، ایک کامل ترین عملی نمونۂ انسانیت کے پیرائے میں بھی، اخوت و عدل و احسان کی اساسیات پر قائم ہونے والی ہیئتِ سیاست و معیشت اور نظامِ تہذیب و ثقافت کے حیرت انگیز ڈھانچے میں بھی۔

یہ سرچشمۂ انوار جو اصلاً خدائے واحد و برتر کا عطیہ ہے، اس تک رسائی کا راستہ صرف ایک ہی ہے ـــــ نبیٔ اکرمؐ سے محبت اور والہانہ محبت، محبت کے ساتھ کامل اعتماد اور اعتماد پر قائم انقیاد! حکیم الاُمّت نے خوب کہا:

بہ مصطفیٰؐ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی، تمام بولہبی ست

ترجمہ:- اپنے آپ کو جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (اور آپ کی تعلیم و ہدایت) تک پہنچاؤ۔

ورنہ اگر اُس (سرچشمۂ ہدایت) تک نہ پہنچ سکے تو پھر جو کچھ ہے بوالہوسی ہے۔

پس ربیع الاول اور یوم میلاد کا یہی پیغام ہے۔ خدا کے رسولؐ سے محبت اور ان کی اطاعت۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح تعلق قائم کرنے کے لیے اُس صحیح مقام کو جاننا ضروری ہے جو پورے سلسلۂ نبوت کی روشنی میں خاتم النبیینؐ کا ہے۔ آپ واعظوں کے روحانیت آمیز رومانٹک اثرات اور قصے کہانیوں کو تھوڑی دیر کے لیے الگ رکھ کر خود قرآن سے یہ پوچھیں کہ نبیوں اور رسولوں کا سلسلۂ بعثت کیا معنی اور مقصد رکھتا ہے۔

قرآن کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ نبوتوں کی غایت ہدایت کے سوا کچھ اور نہیں۔ ہدایت اپنے متاثرین کے سفر کا ایمان سے آغاز کرا کے، پہلے دعوت و تبلیغ کی منازل سے اور پھر ہجرت و جہاد کی وادیوں سے گذارتی ہوئی سیاسی اقتدار اور نظامِ معیشت اور تشکیلِ تہذیب تک پہنچاتی ہے۔

اصل میں اللہ تعالیٰ کی پوری کائنات میں اسکیم تخلیق، تسویہ، تقدیر، اور فراہمی قانون و ہدایت کے اجزا پر مبنی ہے۔ خدائی نظام کے یہی اجزا تمام مخلوق میں کام کرتے ہیں اور یہی انسانی زندگی میں کارفرما ہیں۔ حضرت آدمؑ کے ارضی زندگی اختیار کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ضمناً ان کی اولاد بلکہ تمام جن و انس کو یہ تسلی دلا دی کہ میری طرف سے ہدایت کی بہم رسانی کا اہتمام جاری رہے گا اور پھر جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو اس کے لیے نہ خوف ہوگا نہ ملال۔ یعنی انسانوں کو بالخصوص یہ بتانا تھا کہ ہم تم کو یونہی زمین میں نہیں چھوڑ رہے بلکہ ایک طرف ہم تمہاری رزق رسانی کا انتظام کریں گے (وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ـ ھود-۶)[1] اور دوسری طرف تمہیں صحیح اور بہتر اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے لیے رہنمائی بھی مہیا کریں گے۔

فرمایا:

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

---

[1] اور زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے کہ جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ: ۱۳۸) اور یہی مضمون دوسرے الفاظ میں سورہ طٰہٰ (آیت ۱۲۳) میں بھی ہے۔

ترجمہ: پھر جب جب بھی میری طرف سے ہدایت تمہیں پہنچے تو جس جس نے بھی میری ہدایت کی پیروی کی، تو ایسے لوگوں کے لیے نہ کوئی خوف ہے نہ ملال۔

یعنی رزق بھی اللہ دے گا، ہدایت بھی اسی کی طرف سے ہوگی۔ دوسری جگہ فرمایا کہ:

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى (واللیل ۱۲) ترجمہ: ہدایت (ایمانی، قانونی، سیاسی، اخلاقی) دینا ہمارے ذمے ہے۔

خدا نے انسان کی ہدایت کے لیے ایک سامان تو یہ کیا کہ اسے احسن تقویم پر پیدا کر کے فطرۃ اللہ کا جوہر عطا کیا۔ جس کی وجہ سے اس کے اندر خدا پرستی، توحید اور نیکی کا جبلّی میلان ہے۔ پھر انفس و آفاق میں اور تاریخی حوادث و سیر میں ایسی آیات پھیلا دیں جو خدا پرستانہ راہ ہدایت کی یاد دلاتی کراتی رہتی ہیں۔ اور تیسرا واضح اور روشن اہتمام یہ فرمایا کہ انبیاء و رسل کے ذریعے وحی بھیج کر بندوں کو کائنات اور زندگی کے اساسی حقائق بھی سکھائے اور قوانین و اخلاق بھی اور اجتماعی زندگی کے لیے سیاسی اور تہذیبی نظام بھی۔

سلسلۂ رسالت و ہدایت کی یہی حقیقت سورۂ حدید کی آیت ۲۵ میں بھی بیان فرمائی:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ...... الخ

ہم نے اپنے رسول بھیجے ہیں دلائل (اور معجزات) کے ساتھ اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں۔

یعنی خدا کی ہدایت کے تصور کی ایک اہم تعبیر یہ ہے کہ انبیاء و رسل اسے پھیلائیں، اور لوگ اسے قبول کر کے عدل و انصاف کے اس نقشے پر زندگیاں استوار کر لیں جو خدا نے الہامی ہدایت کے ذریعے طے کیا ہے۔

ہدایت بھیجنے سے اللہ کو یہ مذاق مطلوب نہیں کہ جس کا جی چاہے اس پر چلے اور جس کا جی نہ چاہے نہ چلے، اور کوئی تھوڑے سے جز کو اختیار کر کے بقیہ زندگی مزے سے آزادانہ فضا میں گذارے۔ خدا نے انبیاء کے ذریعے جو ہدایت بھیجی ہے اس کے لیے لازم کیا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ مختلف انبیا اپنے اپنے وقت پر پکارتے ہیں کہ:

اِتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْنِ - خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

پھر قرآن نے نبوتوں کے متعلق ایک اصول بتایا کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (النساء - ۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا، اس شرط کے ساتھ بھیجا کہ خدا کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو بہت ہی صراحت سے آگاہ کر دیا گیا کہ اس ہستی کو زندگی بھر تمام امور میں فیصلہ کن اتھارٹی ماننا چاہیے، اس کے فیصلوں کو قبول کیا جائے، یہاں تک کہ دل میں کوئی تکدر بھی نہ پیدا ہو۔ حضور نے فرمایا: اِتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ۔

دین کا دارومدار ہی اللہ کی ہدایت کو قبول کرنے، اس کے رسولوں پر ایمان لانے اور خدا کی اصل اطاعت کے تحت اس کے اذن سے رسولوں کی اطاعت کرنے پر ہے۔ ساری عاقبت کا انحصار بھی اسی رویے پر ہے۔

اطاعت و اتباعِ نبوت کا مبحث تو گویا واعظین کی شریعت سے خارج ہو گیا ہے۔

ہمارا سارا وبال اسی وجہ سے ہے کہ ہم نے خدا کے ہاں حصولِ مرتبہ اور بخشش کے دوسرے فارمولے ایجاد کر لیے ہیں، جن کے دائرے میں اطاعت و اتباع کا مسئلہ اٹھتا ہی نہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد محمد رسول اللہ کی تعلیم عملاً فروغ نہ پا سکی۔ عقائد مسخ ہو گئے، اخلاق اتنے پست ہو گئے کہ خیانت اور ڈاکوں سے گزر کر اب ایک دوسرے کے قتل، مقاتلہ اور بستیوں، محلوں کو ویران کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ الحاد، اشتراکیت، لادینیت، نسل پرستی، علاقہ پرستی، دولت پرستی اور جاہ پرستی کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

حضور کے لیے وعظوں میں محبت بلا اطاعت کا جو فلسفہ اور بخشش باوجود حرام خواری و بدکاری

کا جو نظریہ پھیلایا جاتا رہا ہے اس نے حد درجہ کی لپستی دلوں اور اعمال میں پیدا کر دی ہے ۔

جناب خاتم النبیینؐ کی محبت و اطاعت کا آخروی ماحصل خدا کی طرف سے بخشش اور حضورؐ کی طرف سے شفاعت کا ہونا ہے ۔

شفاعت کا صحیح تصور حاصل کرنے کے لیے خدا کے قانونِ مغفرت کو پہلے سمجھیے۔ خدا کا قانونِ مغفرت اور حضورؐ کی شفاعت میں ٹکراؤ نہیں ہو سکتا ہے ۔ قانونِ مغفرت کی وضاحت تین قسم کے لوگوں کے بارے میں آتی ہے ۔ (۱) وہ جو انبیاء یا اُن کی پیروی میں صدیقین، شہداء اور صالحین کا درجہ رکھتے ہوں ۔ (۲) وہ جو منکرین، مشرکین یا منافقین اور مضلین کی صفوں میں ہوں ۔ (۳) وہ جن کے ہاں ایمان کے ہوتے ہوئے نیک اعمال کے ساتھ برائیاں شامل ہو گئی ہوں[۱] ۔ ان میں پہلی قسم کے لوگوں کے لیے مغفرت اور رحمتیں اور بشارتیں ہیں ۔ دوسری قسم کے لیے عذاب کی وعیدیں ہیں ۔ صرف تیسری قسم کے لوگوں کا معاملہ ایسا ہے کہ ان میں غلبہ اگر نیکوئی کا ہو گا تو بخشش کا امکان غالب ہے ۔ اور اگر برائی اور ظلم کا غلبہ ہو گا تو جرم و گناہ کے مطابق سزا ہو گی[۲] ۔

اس قسم میں سے جن کی بخشش کا عنداللہ امکان ہے، انہی کو شفاعت نصیب ہو گی ۔ قرآن میں قانونِ شفاعت یہ بتایا گیا ہے کہ شفاعت صرف اس شخص کے لیے کی جائے گی جس کے بارے میں خدا اذن دے اور وہ ہستی یا ہستیاں کر سکیں گی جن کو اللہ سرفرازی دے ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے دائروں میں شفاعت والدین بھی کر سکیں گے، معصوم اولادیں بھی کر سکیں گی ۔ ممنونِ احسان و خدمت لوگ بھی کر

---

[۱] وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ، خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ط
(توبہ: ۱۰۲)

[۲] وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ - اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ (توبہ ۱۰۶)
اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ ابھی خدا کے حکم پر ٹھہرا ہوا ہے چاہے انہیں سزا دے اور چاہے ان پر از سرِ نو مہربان ہو جائے ۔

سکیں گے، نماز، روزہ، قرآن اور اس کی سورتیں بھی شفاعت کریں گی، استاد، مبلغ، رہنما و پیشوا اور علوم دینی و علوم ضروریات دنیا (علم الادیان و علم الابدان) کے سلسلے میں تحقیق و تفکر اور تصنیف و تالیف کرنے والے لوگ اپنے حلقۂ اثر سے متعلق نیک اور پسندیدہ لوگوں کے بارے میں خدا کی طرف سے اذن ملنے پر اس کی مرضی کی حدود میں سفارش کر سکیں گے۔ ایسی مثالیں اور بھی بہت سی دی جا سکتی ہیں۔

قانونِ بخشش و مغفرت کے تحت توبہ کی بحث بھی آتی ہے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ ، فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ....

(النساء - ۱۷)

ترجمہ: ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لیے ہے جو نادانی کی وجہ سے (نہ کہ سوچ سمجھ کر) کوئی برا فعل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے۔

لَيْسَتِ التَّوْبَةُ عَلَى الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ .....   (النساء - ۱۸)

ترجمہ: توبہ ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برے کام کیے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے، اس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی۔ اور اسی طرح توبہ ان لوگوں کے لیے بھی نہیں ہے جو مرتے دم تک کافر رہیں۔

ان آیات سے توبہ کا قانون اور اس کے سامنے اللہ کا قانونِ مغفرت بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اور قانونِ مغفرت ہی کی روشنی میں شفاعت کے امکانات معلوم کیے جا سکتے ہیں۔

کتنا غلط نقطۂ نظر ہے ان لوگوں کا جو لوگوں کو ترغیب دلاتے ہیں کہ شفاعتِ نبوتؐ سے بہرہ مند ہونے کے لیے کچھ نہ کچھ گناہ ضرور کرنے چاہئیں۔

شفاعت کا معاملہ خدا کی بارگاہ میں زور زبردستی کا نہیں ہے۔ عاجزانہ درخواست ہے کیونکہ

کوئی بندہ کسی بھی عظیم مرتبے کا ہو، خدا کے سامنے بندگی مقام عاجزی ہے۔ قرآن سے "زوردار زوری" والا نظریہ برآمد نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک خاص نوعیت کے غلط کاروں کی حرکات بیان کرنے کے بعد ارشادِ الٰہی یہ ہے کہ:

اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ (التوبہ ۔ ۸۰)

ترجمہ: اگر آپ ان لوگوں کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں تو بھی اللہ تعالیٰ ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔

کتنے ہی گناہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر خود نبیؐ پاک کی زبان سے کہلوایا کہ ان کی بخشش نہیں ہوگی۔ کتنے ہی اعمال ہیں جن کے بارے میں خود حضورؐ نے واضح طور پر کہہ دیا کہ ان معاملات میں میں سفارش نہیں کروں گا۔ کیا ضروری نہیں کہ ہر مومن اور ہر عالم اور ہر واعظ ارشادات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرے؟ نیز تحریر و تقریر میں ایسی باتیں نہ کرے جو قرآن و حدیث کے صریح احکام کا کتمان کرنے والی ہوں۔

ایمان، ہدایت، بخشش اور سفارش کے غلط تصورات کا نتیجہ سامنے ہے کہ ہر سال کے بعد کا سال اور ہر مہینے کے بعد کا مہینہ اور ہر دن کے بعد کا دن ہمارے ایمانی و اخلاقی انحطاط میں اضافے کا آئینہ دار ہے۔

خدا کے لیے لوگوں کو گناہوں پر شیر و دلیر کرنے والے من گھڑت نظریات کو بدلیے۔

ربیع الاول کے ایک ایک لمحے کا پیغام یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سچا ایمان لاؤ، حضورؐ سے پورے دل و جان کے ساتھ محبت کرو۔ محبت کرنے کا اولین تقاضا یہ ہے کہ حضورؐ کی اطاعت کرو۔ حضورؐ کی لائی ہوئی ہدایت کے مطابق اپنی انفرادی زندگی کو بھی سنوارو اور اجتماعی نظام کو بھی درست کرو۔

پھر اس کے بعد پورا یقین رکھو کہ خدا کی مغفرت اور نبی اکرمؐ کی شفاعت تمہارے نصیبوں میں ضرور ہوگی۔

خدا کرے کہ ہم سب اس مقام کو حاصل کرسکیں۔